مُبادیاتِ فلسفہ

ابنِ صلیبیؔ
ایم اے (فلسفہ، مذہب والٰہیات)

پیشِ لفظ

اِس کتابچے کا مقصد فلسفہ کے طلبائے علم کو ایک ایسا ابتدائی رہنما (Student's Guide) فراہم کرنا ہے، جو فلسفیانہ مسائل اور اُن کے ممکنہ حلوں کی تفہیم میں مدد دے۔ تاریخ کو وضاحت (Exposition) کے تابع رکھا گیا ہے، مگر موضوع کے مختلف حصوں میں زمانی ترتیب (Chronological Order) برقرار رکھنا قدرتی محسوس ہوا۔ کیونکہ فلسفیانہ مکاتبِ فکر (Schools of Thought) کی ترتیب دراصل فکر کی ارتقائی منازل (Evolution of Thought) کی عکّاس ہے۔

یہ ناگزیر تھا کہ چند صفحات کے اِس خاکے میں کئی ایسی باتیں محض اختصار سے بیان ہوں، جو الگ رسالوں میں تفصیل کے ساتھ پیش کی جاسکتی تھیں۔ تاہم مصنف کو امید ہے کہ کسی ایسی چیز کو ترک نہیں کیا گیا، جو فلسفہ کے اِس تعارفی منصوبے (Introduction to Philosophy) کے لیے ناگزیر ہو۔ یہ تعارف نہ صرف مختصر اور درست انداز میں پیش کیا گیا ہے، بلکہ وضاحت (Clearness)، جامعیت (Thoroughness)، اور سچائی سے وفاداری (Faithfulness to Truth) کے ساتھ بھی، جو فلسفیوں کا آخری اور بہترین سبق ہے۔

فہرستِ مضامین

حصہ اوّل: فلسفہ اور اُس کی شاخیں

حصہ دوم: فلسفہ کے مسائل اور مکاتبِ فکر

باب اوّل

تعارف

یہ ایک عام خیال ہے کہ فلسفہ (Philosophy) ایک ایسا موضوع ہے، جو صرف چند خاص ذہنوں کے لیے قابلِ فہم ہے۔ یا یہ اُن چند غیر عملی (Unpractical) لوگوں کا مشغلہ ہے، جن کے پاس کوئی بہتر کام نہیں سوائے اِس کے کہ وہ ایسے مسائل کے حل پر سر کھپائیں، جو زمین سے زیادہ آسمان سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا یہ کہ فلسفہ محض خیالی تصورات کے مدھم سائے ہیں، جن کا تعلق مجرّد فکر (Abstract Thought) سے ہے اور جن کی حقیقی زندگی میں کوئی عملی افادیت نہیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔

وہ چیز، جو انسان کو حیوان پر فوقیت دیتی ہے، اُس کا تفکّر اور استدلالی قوت (Thinking and Reasoning Power) ہے۔ جانور دیکھتا ہے، سنتا ہے، اور یہاں تک کہ یاد بھی رکھتا ہے۔ مگر وہ اپنی اِن صلاحیتوں کو صرف فوری ضرورت کے لیے استعمال کرتا ہے۔ انسان البتہ زندگی اور فطرت کے مختلف مظاہر (Phenomena) کو دیکھتا ہے، اُن سے تصوّرات اور خیالات تشکیل دیتا ہے، پھر اُن پر غور و فکر کرتا ہے تاکہ مختلف حقائق اور مظاہر کے درمیان رشتہ دریافت کرے۔ یعنی کُل (Whole) کا تصور قائم کرے، اور یوں چیزوں کی واضح تفہیم (Clear Understanding) حاصل کرے۔ جب انسان اِس طرح عمل کرتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ فلسفہ کر رہا ہے (He philosophizes)۔

تو پھر جب ہم فلسفہ کرتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟ ہم کسی معین شے کے بارے میں غور کرتے ہیں، خواہ وہ مادی (Concrete) ہو یا مجرّد (Abstract)، اور کچھ ضروری سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً:

وہ کون سی مخصوص شے ہے، جس پر ہمارا ذہن غور کر رہا ہے؟

اُس شے یا خیال کا ماخذ یا آغاز (Origin) کیا ہے؟

اُس کا دیگر اشیاء یا خیالات سے کیا تعلق (Relation) ہے؟

بالفاظِ دیگر جب ہم غور و فکر کرتے ہیں تو چیزوں اور خیالات کی ماہیت (Essence or Nature)، ابتدا (Origin) اور تعلق (Relation) پر تدبّر کرتے ہیں۔ ہر انسان کسی نہ کسی وقت یہ عمل کرتا ہے۔ اِس لیے ہر وہ شخص، جو فطری طور پر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور جو اپنی ذات کو محض حِسی لذّتوں (Sensuous Pleasure) اور مادی دلچسپیوں (Materialistic Enjoyment) میں فنا نہیں کر دیتا، کسی نہ کسی درجے میں فلسفیانہ سوچ رکھتا ہے، اور کسی حد تک فلسفی بھی ہے۔ تاہم جو عام باشعور انسان کبھی کبھی غور کرتا ہے، سوال اُٹھاتا ہے، تحقیق کرتا ہے، شک کرتا ہے، اور پھر کچھ

اپنے ذاتی نظریات پر یقین قائم کرتا ہے، وہ ابھی تک اُس معنی میں فلسفی نہیں ہے، جس معنی میں ہم "فلسفی" (Philosopher) کہتے ہیں۔

جیسے روزمرہ زندگی میں جو شخص شیشے کا ٹوٹا ہوا ٹکڑا جوڑ دیتا ہے یا تالے کا معمولی نقص درست کر لیتا ہے، وہ ابھی "شیشہ گر" (Glazier) یا "تالا ساز" (Locksmith) نہیں کہلاتا۔ پیشہ ور کاریگر وہی ہے، جو اپنے کام کو زندگی کا مخصوص مقصد (Special Pursuit) بناتا ہے۔ اِس کے لیے وہ مناسب تربیت حاصل کرتا ہے، اور مسلسل مشق (Constant Practice) کے نتیجے میں اپنے فن میں مہارت (Efficiency and Competence) پیدا کر لیتا ہے۔ وہ اِس بات سے واقف ہوتا ہے کہ کم محنت سے بہتر نتیجہ حاصل کرنے کے لیے درست طریقہ (Exact Method) اور عمل (Process) کیا ہے۔

اِسی طرح پیشہ ور فلسفی (Professional Philosopher) وہ ہے، جس نے اپنی زندگی کا خاص مقصد یہ بنایا کہ وہ چیزوں کی ماہیت پر غور کرے، اُن کی تحقیق (Inquiry) کرے، اور اُن پر استدلال (Reasoning) کرے۔ اُس کے آلات (Instruments) خیالات ہوتے ہیں۔ مسلسل مشق کے ذریعے وہ چیزوں کو زیادہ تیزی اور گہرائی سے سمجھنے کی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے۔ جیسے کاریگر اپنے فن کی تفصیلات اور نئی دریافتوں (Discoveries) یا ایجادات (Inventions) سے واقف ہوتا ہے، اُسی طرح فلسفی کو بھی اُن تمام خیالات سے آگاہ ہونا چاہیے، جو اُس سے پہلے کے مفکرین نے اُن سوالات کے بارے میں پیش کیے، جن پر وہ خود غور کر رہا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم فلسفہ کیوں کرتے ہیں؟ ہمیں اِس سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

ارسطو (Aristotle) کے مطابق فلسفے کی ابتدا "حیرت و استعجاب" (Astonishment) سے ہوئی۔ انسان جب کائنات کے متنوع مظاہر (Varying Manifestations) سے گِھرا ہوتا ہے اور زندگی کے تغیرات (Vicissitudes) کا سامنا کرتا ہے، تو اُس پر حیرت کا ایک جذبہ طاری ہوتا ہے۔ وہ "کیوں؟" (Why)، "کیسے؟" (Wherefore) اور "کہاں کو؟" (Whither) جیسے سوالات پوچھنا شروع کرتا ہے۔ کائنات اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ اُس کے لیے ایک پہیلی (Riddle) بن جاتی ہے اور اِس پہیلی کو حل کرنے کی کوشش کا نام ہی فلسفہ ہے۔

ابتدا میں انسان کا محرّک افادیت (Utility) تھی۔ یوں کہا گیا ہے کہ علمِ ہندسہ (Geometry) مصر (Egypt) میں اِس ضرورت کے باعث پیدا ہوا کہ دریائے نیل کی سالانہ طغیانی (Inundation) کے بعد زمینوں کی حدود کا تعین (Boundary Definition) کیا جا سکے۔ اِسی طرح کُلدانی (Chaldeans) بادیہ نشین تھے۔ اُنھوں نے ستاروں کا علم (Astronomy) اِس لیے سیکھا کہ اپنے ریوڑوں کی رہنمائی کر سکیں۔ انسان زندگی کی پہیلیوں کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اپنے مفادات کی، خواہ دنیوی (Temporal) ہوں یا روحانی (Spiritual)، حفاظت کر سکے۔

مُبادیاتِ فلسفہ

انسانی ذہن کی فطری کوشش ہے کہ وہ دنیا اور زندگی کی واضح، مربوط، اور سچی بصیرت (Clear, Consistent, and True Insight) حاصل کرے۔ یہ مسائل بے شمار اور متنوع ہیں۔ زمین سے لے کر آسمان تک انسانی عقل کے لیے کتنے ہی بے کنار مضامین موجود ہیں۔ یہ ایک وسیع صحرائے جہالت (Desert of Ignorance) ہے، جہاں انسانی ذہن روزانہ ایک نئے نخلستانِ علم (Oasis of Knowledge) کی تلاش میں سرگرداں ہے، تاکہ فطرت کے اسرار (Secrets of Nature) دریافت کر کے انسانیت کے فائدے کے لیے آشکار کرے۔ رفتہ رفتہ جہالت سے نجات کی اِس کوشش میں علم کا شوق (Desire to Know) پیدا ہوتا ہے۔

ہم کسی عملی غرض سے قطعِ نظر جاننا چاہتے ہیں، صرف اِس لیے کہ ہم جاننا چاہتے ہیں۔ انسان کی فطرت میں علم حاصل کرنے کی ایک ناقابلِ فنا خواہش (Indestructible Desire) ودیعت کی گئی ہے۔ یہ جذبہ اُس کے دل میں گہرا پیوست (Deeply Rooted) ہے، اور عقل کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ اشتیاق (Strenuous Impulse) بھی بڑھتا جاتا ہے۔ یہی وہ قوت ہے، جو انسان کو زندگی اور وجود کی اعلیٰ اور بنیادی حقیقتوں (Fundamental Truths of Life and Existence) کی تلاش پر آمادہ کرتی ہے، تاکہ وہ چیزوں کے باہمی عِلّت و ربط (Reason and Connection) کو سمجھے۔

انسان اپنی جہالت سے آگاہ ہوتا ہے، شک کرتا ہے، تصورات بناتا ہے، اور اُن کی صداقت پر یقین حاصل کرتا ہے۔ جو سچائی (Truth) وہ یوں حاصل کرتا ہے، وہ محض مجرّد قیاس آرائی (Abstract Speculation) کے مُردہ دائرے تک محدود نہیں رہتی۔ بلکہ آخرکار عملی زندگی (Practical Life) پر بھی اثرانداز ہوتی ہے۔ پس فلسفہ دراصل علم کی تلاش ہے۔ یہ ایک ایسی جستجو ہے، جو چیزوں کے پوشیدہ اسباب (Hidden Causes) کو دریافت کر کے ہمارے خیالات اور اعمال کے درمیان کامل ہم آہنگی (Perfect Harmony) قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ تاکہ جو ہم سوچتے ہیں اور جو ہم کرتے ہیں، اُن میں مطابقت (Consistency) پیدا ہو۔ جہالت سے نجات، سچائی کی تلاش، اور اُس باطل (Error) کا پردہ چاک کرنا، جو اپنے آپ کو سچائی کے نازک نقاب میں چھپاتا ہے۔ یہی فلسفے کا اصل مقصدِ حیات ہے۔

فلسفہ کی اصطلاح کا ماخذ اور تاریخ:

لفظ "فلسفہ" (Philosophy) کی ابتدا اور تاریخ خود اِس کے مفہوم کو واضح کرتی ہے۔ یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس (Herodotus) کے مطابق کروئسس (Croesus) نے سولن (Solon) سے کہا: "میں نے سنا ہے کہ تم نے فلسفہ کرتے ہوئے (Philosophizing) بہت سے ممالک کا سفر کیا ہے۔ یعنی علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے۔

مُبادیاتِ فلسفہ

پیریکلیز(Pericles)نے "فلسفہ "کا لفظ ثقافت کے حصول کی سعی(Striving after Culture)کے معنی میں استعمال کیا۔ کسی بھی صورت میں یہ لفظ اپنی اصل میں جہالت کے اعتراف(Admission of Ignorance)اور علم کی شدید آرزو(Eager Desire for Knowledge)سے پیدا ہوا۔

روایت ہے کہ فیثا غورس(Pythagoras)نے کہا(اگرچہ زیادہ درست یہ ہے کہ یہ قول سقراط(Socrates)سے منسوب کیا جائے): "حکمت(Wisdom)صرف خدا کی ملکیت ہے۔ انسان صرف علم حاصل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ وہ حکمت کا عاشق(Lover of Wisdom)ہو سکتا ہے، یا علم کا مشتاق اور سچائی کا متلاشی ہو سکتا ہے"۔ یہی ذہنی کیفیت دراصل "فلسفہ "(Philosophy)کے مفہوم میں مضمر ہے۔

لفظ "Philosophy" دو یونانی الفاظ سے مرکب ہے؛

1۔Philos(φίλος): بمعنی محبت کرنے والا(Lover)، اور

2۔"Sophia"(σοφία): بمعنی حکمت(Wisdom)۔

یوں "فلسفی "(Philosopher)کا مطلب ہوا "حکمت کا عاشق "(Lover of Wisdom)۔ جبکہ "سوفوس "(Sophos)یعنی "حکیم " یا "دانش مند شخص " اُس وقت کسی ایسے فرد کے لیے استعمال ہوتا تھا، جو کسی فن یا ہنر (Art or Craft)میں نمایاں ہو، خواہ وہ موسیقار ہو، باورچی ہو، ملاح ہو، یا بڑھئی ہو۔ لیکن وقت کے ساتھ یہ لفظ صرف اُس شخص کے لیے مخصوص ہو گیا، جو ذہنی برتری(Mental Superiority)رکھتا ہو۔

سقراط نے اِسی لیے عاجزی کے ساتھ خود کو "حکمت کا عاشق " (Philosopher) کہا، تاکہ اپنے آپ کو اُن سوفسطائیوں(Sophists)سے ممتاز کرے، جو علم کے سوداگروں کی طرح ملک بھر میں گھومتے اور اپنی معلومات کو پیسے کے عوض فروخت کرتے تھے اور جن کے خریدار بھی علم کو صرف عملی فائدے کے لیے حاصل کرتے تھے۔ پس فلسفہ تمام ممکنہ مسائل سے بحث کرتا ہے، یعنی کائنات کے تمام پہلوؤں سے۔ تاہم اِن مسائل کو تحقیق کی صورت (Form) اور موضوع (Subject-Matter)کے لحاظ سے ہم تین اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں؛

1۔ وحدت کا مسئلہ: یعنی وہ بنیادی اصول (Fundamental Principle)، اور وہ ہمہ طاقتور اور خالق قوت (Omnipotent, Omnicreative Force)، جو کائنات کو حرکت بخشتی ہے۔ یہ حصہ مابعد الطبیعیات (Metaphysics) کہلاتا ہے۔

2۔ کثرت کا مسئلہ: یعنی دنیا کی گوناگوں تجلیات(Manifold Manifestations of the World)۔ یہ طبیعی فلسفہ (Natural Philosophy) کہلاتا ہے۔

3۔ افراد کا مسئلہ: یعنی مخلوقات کا مطالعہ، جن میں ہمارے لیے سب سے اہم انسان ہے۔[1] یہ نفسیات (Psychology) کا موضوع ہے، یعنی انسانی ذہن اور شعور کی کیفیتوں (Mental Life) کا علم۔ نفسیات پھر تین پہلوؤں میں تقسیم ہوتی ہے؛

1۔ فکر کا طریقہ: یعنی کس طرح سوچا جائے اور صحیح نتیجے تک پہنچا جائے؟ یہ منطق (Logic) کا دائرہ ہے، جس کا مقصد حقیقت کے تصور (Idea of the True) کو واضح کرنا ہے۔

2۔ احساس ووِجدان: یہ جمالیات (Aesthetics) کا موضوع ہے، جو حُسن کے تصور (Idea of the Beautiful) کو پروان چڑھاتی ہے۔

3۔ ارادہ و خواہش: یہ اخلاقیات (Ethics) کے دائرے میں آتی ہے، جس کا تعلق نیکی یا خیر کے تصور (Idea of the Good) سے ہے۔

پروفیسر سَلی (Professor Sully) کہتے ہیں[2]: "ادراک کی نفسیات (The Psychology of Cognition) منطقیات (Logic) کے ضابطہ ساز علم (Regulative Science) کی بنیاد ہے، جو ہمیں ایسے اصول عطا کرتی ہے، جن کے ذریعے ہم جان سکیں کہ ہم درست طور پر سوچ رہے ہیں یا استدلال کر رہے ہیں"۔ اِسی طرح احساسات کی نفسیات (The Psychology of the Feelings) جمالیات (Aesthetics) کے ضابطہ ساز علم کی اساس ہے، جو اِس بات کا تعین کرنا چاہتی ہے کہ حُسن اور تحسین کے لائق شے کا حقیقی اور معروضی معیار کیا ہے۔ انسان کے اعمال (Conduct)، جن کا مقصد نیکی یا بھلائی (The Good) کا حصول ہے، فرض (Duty) کے ذریعے منضبط ہوتے ہیں، اور فرض قانون (Law) کو مفروضہ بناتا ہے، خواہ وہ قانونِ فطرت (Law of Nature) ہو یا عقلِ انسانی (Human Reason) کے ذریعے وضع کردہ کوئی ضابطہ۔ یوں ہمارے پاس فلسفۂ قانون (Philosophy of Law) وجود میں آتا ہے۔

اِن مسائل سے، جو افراد کے باہمی تعلقات سے متعلق ہیں، ایک اَور فلسفیانہ شعبہ پیدا ہوتا ہے، جسے سماجیات (Sociology) کہا جاتا ہے اور اِس میں فلسفۂ تاریخ (Philosophy of History) بھی شامل ہے۔ یوں فلسفے کی ذیلی شاخوں میں جو علوم آتے ہیں، وہ یہ ہیں؛

1۔ مابعد الطبیعیات (Metaphysics)

2۔ فلسفۂ فطرت (Philosophy of Nature)

3۔ نفسیات (Psychology)

---

[1] انسانیات (*Anthropology*) انسان کی زندگی کا مطالعہ اُس کی تمام حالتوں اور ارتقائی مراحل (*Being and Evolution*) کے ساتھ کرتی ہے، یعنی جسمانی زندگی کے ساتھ ذہنی زندگی کا بھی۔ جسمانی زندگی کے علم کو سوماتولوجی (*Somatology*) یا فزیالوجی (*Physiology*) کہا جاتا ہے۔ جبکہ ذہنی زندگی کے علم کو نفسیات (*Psychology*) کہا جاتا ہے۔

[2] دیکھیے: "ذہنِ انسانی" (The Human Mind)، صفحہ نمبر 12۔

4۔ منطقیات(Logic)

5۔ جمالیات(Aesthetics)

6۔ اخلاقیات(Ethics)

7۔ فلسفۂ قانون(Philosophy of Law)

8۔ سماجیات اور فلسفۂ تاریخ(Sociology and Philosophy of History)